سوال

(108)ننگے سر نماز پڑھنا افضل ہے یا سر ڈھانپ کر؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ننگے سر نماز پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانپ کر افضل ہے؟ جواب کتاب وسنت کی روشنی میں صادر فرمایا جائے۔ (شیخ ثناء اللہ صاحب محلہ رضا آباد فیصل آباد)

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اسی طرح ننگے سر نماز کو سنت باور کرانے والے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کواپنے موقف کے اثبات میں بڑے دھڑلے کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: «صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى المِشْجَبِ»، قَالَ لَهُ قَائِلٌ: تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ؟، فَقَالَ: «إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ وَأَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» (صحيح البخاري: ج ا ص ۵۱)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک تہبند میں گلیتی باندھ کر نماز پڑھی جب کہ ان کے شانوں والی چادر تپائی پر ڈالی ہوئی تھی۔ تو ایک آدمی نے ان کے اس انداز پر اعتراض کیا کہ آپ نے یوں ایک کپڑے میں نماز کیوں پڑھی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تاکہ آپ جیسا نادان دیکھ لے۔ بتلاؤ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم میں سے کسی کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے۔''

اس حدیث سے ننگے سر نماز کا جواز یا اباحت تو ثابت ہوتی ہے۔ مگر اس سے کثرت عمل اور آپ کی سنت اور عادت مستمرہ کا استدلال ناقابل فہم ہے۔ ورنہ حضرت جابر معترض کے جواب میں أيّنا كان له ثوبان فی عهد رسول الله ﷺ کہ کر ماضی کی یاد نہ دلاتے۔

الشیخ عبیداللہ محدث مبارکپوریؒ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں:

والمعنى كان أكثرنا في عهده ﷺ لا يملك إلا الثوب مع ذلك فلم يكلف تحصيل ثوب ثان ليصلي فيه على الجواز والحديث فيه دليل على جواز الصلوة في الثوب الواحد لن يقدر على أكثر هم وهو قول عامة الفقهاء روى عن ابن عمر خلاف ذلك وكذا من ابن مسعود۔ (مرعاة المفاتيح: ج ا ص ۵۰۶)

''اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت جابر دراصل یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اکثر صحابہ کے پاس ایک سے زائد کپڑے نہ ہوتے تھے۔ اس کے باوجود آپ نے نماز پڑھنے کے لے کسی صحابی کو دوسرا کپڑا مہیا کرنے کی تکلیف نہ دی۔ پس آپ کا دوسرے کپڑے کا حکم نہ دینا ایک کپڑے میں نماز کے جواز کی دلیل ہے اور

اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ ایک سے زائد کپڑے ہوتے ہوئے بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ عام فقہاء کا یہی قول ہے تاہم حضرت ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اس کے خلاف ہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت اور افضل نہیں، ورنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ وضاحت نہ فرماتے کہ عہد رسالت میں اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس دو دو کپڑے نہ ہوتے تھے۔

۳۔ اسی طرح ننگے سر نماز کو سنت قرار دینے والے حضرات ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کی اس روایت استدلال کرتے ہیں:

عَنْ اُبیِّ بن کعب قال اَلصَّلٰوۃُ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ سُنّۃ۔ (رواہ احمد، مشکوۃ و مرعاۃ المفاتیح: ج ۱ ص ۵۰۶)

''سر ننگے نماز پڑھنا سنت ہے۔''

یہ روایت مسند کی نہیں بلکہ الحاقی ہے اور ضعیف ہے۔ حافظ ہیثمی تصریح فرماتے ہیں:

رواہ عبداللہ من زیاداتہ والطبرانی وفیہ اَبو نضرۃ بن بقیۃ واَبو نضرۃ لم یسمع من اَبی ولا من ابن مسعود۔ (مرعاۃ ج ۱ ص ۵۰۶)

یہ روایت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے اور اس کے راوی ابو نضرہ کا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں لہٰذا یہ روایت موقوف ہونے کے علاوہ منقطع اور ضعیف ہے۔ لہٰذا یہ حجت نہیں۔

۴۔ حدثنا عبداللہ بن محمد الزھری حدثنا سفیان بن عیینۃ قال رأیت شریکا صلی بنا العصر فوضع قلنسوتہ بین یدیہ یعنی فی فریضۃ۔ (بذل الجھود باب الخط اذا لم یجد عصا ج ۱ ص ۳۶۷ و عون المعبود: ج ۱ ص ۲۵۶)

''جناب سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ شریک نامی آدمی نے ہم کو عصر کی فرض نماز ٹوپی اتار کر پڑھائی اور ٹوپی اپنے سامنے رکھی۔''

اول یہ تو مرفوع حدیث ہے اور نہ کسی صحابی کا اثر۔

ثانی یہ کہ معلوم نہیں کہ یہ شریک کون بزرگ ہیں؟ شریک بن عبداللہ بن ابی نمر ہیں یا شریک بن عبداللہ نخعی تبع تابعی ہیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

وَلَم یَتعین اَنَّ شَرِیْکاً ھٰذَا مَن ھُوَ فَلَعَلَہ شَرِیک بن عبداللہ بن اَبی نمر اَو شریک بن عبداللہ النخعی۔ (بذل الجھود: ج ۱ ص ۳۶۷)

اور صاحب عونالمعبود نے بھی یہی لکھا ہے گویا وہ ان کا پتہ نہیں چلا سکے۔ یہ شریک بن عبداللہ تابعی ہیں یا تبع تابعی ہیں۔

ثالث یہ کہ یہ دونوں ضعف سے محفوظ نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

شَرِیکُ بن عبداللہ بن اَبِی نَمر صَدُوقٌ یُخْطِی مِنَ الخامسۃ۔ (تقریب التھذیب: ص ۱۴۵)

اور اسی طرح شریک نخعی کا بھی آخر میں حافظہ بگڑ گیا تھا۔

شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی یخطی کثیرا تغیر حفظہ من الثامنۃ۔ (تقریب: ص ۱۴۵)

دونوں شریک نامی راویوں میں کم یش ضعف ہے۔ لہٰذا یہ اثر دلیل نہیں بن سکتا۔

رابع یہ کہ ان کا اپنا عمل ہے : ولا حجۃ لاحد دون رسول اللہ ﷺ۔

خامس اس لیے کہ امام ابوداؤد نے اس اثر کو باب الخط اذا لم یجد عصا میں روایت فرمایا ہے۔ امام ابوداؤد کی اس صنیع اور طرز عمل سے ظاہر ہے کہ یہاں ضرورتاً سر ننگا رکھا گیا ہے کیونکہ جب ان کو سترہ کے لیے کوئی لاٹھی یا برچھی نہ ملی تو انہوں نے سترہ کا کام ٹوپی سے لے لیا۔ گویا انہوں نے ٹوپی کا سترہ کے طور پر استعمال کیا۔ ضرورت اور کسی عذر سے سر ننگا رکھا جائے تو اس میں بحث نہیں۔ بحث اس میں ہے کہ فیشن اور عادت کے طور پر نماز میں سر ننگا رکھنا کہاں تک درست ہے؟ بہر حال یہ شریک تابعی ہوں یا تبع تابعی دونوں میں کچھ نہ کچھ ضعف ہے۔ لہٰذا مذکورہ پانچ وجوہ کے پیش نظر یہ اثر حجت نہیں۔ اور فصل خصومات میں ایسی کمزور روایت دلیل نہیں بن سکتی۔

ان احادیث و آثار کے مطابق ننگے سر نماز، کپڑے ہونے نہ ہونے دونوں صورتوں میں بلاشبہ جائز ہے۔ جس طرح کسی شخص کی پنڈلی، پیٹ، اور پشت وغیرہ اعضاء برہنہ ہوں تو اس حالت میں اس کی نماز جائز ہے، اسی طرح سر ننگے بھی بلا شبہ جائز ہے۔ اسی طرح امام اگر نماز کے بعد پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے یا مقتدی حضرات کوئی ایسی حرکت کریں۔ احادیث میں اس سے رکاوٹ ثابت نہیں ہوگی۔ مگر صاحب دانش ایسا کرنے سے یقیناً گریز کرے گا۔ ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بھی قریباً اسی قبیل سے ہے۔ جواز کے باوجود ایسی عادات و حرکات عقل و فہم کے خلاف ہیں۔ دانا اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ لہٰذا سر ننگے نماز کے جواز اور اباحت سنت قرار دینا یا سنت سمجھ کر اس کو اپنانا اور باور کرانا رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سلف صالحین کے تعامل اور توارث کے خلاف ہے۔ ہمارے اس موقف کی تائیدات حسب ذیل ہیں :

۱۔ ننگے سر نماز کو سنت باور کرنے والے کہا کرتے ہیں کہ سر اعضائے ستر میں شامل نہیں۔ لہٰذا اس کا ڈھانپنا ضروری نہیں۔ ہمیں تسلیم ہے کہ سر اعضائے ستر میں شامل نہیں۔ مگر ننگے سر نماز کے مسئلہ کو اس لحاظ سے نہیں، بلکہ آداب نماز کے لحاظ سے دیکھنا چاہیے۔ قرآن مجید میں ہے :

يَا بَنِى آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ٢٦ ... الاعراف

''اے بنی آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرمگاہ چھپاتا ہے اور زیبائش بھی ہے اور پرہیزگاری کا لباس یہ سب سے بہتر ہے۔ یہ (لباس) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ سمجھیں۔''

اس آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ لباس جہاں انسان کی ضرورت ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بھی ہے۔ پھر آگے آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا :

يَا بَنِى آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ ٣١ ... الاعراف

''اے بنی آدم ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کر لیا کرو۔''

آیت نمبر ۲۶ میں لباس کو زینت فرمایا اور اس آیت نمبر ۳۱ میں اس زینت کو اس کے عمدہ موقع پر استعمال میں لانے کا حکم فرمایا۔ کیونکہ جب دنیا میں امراء سلاطین کے دربار میں بغیر لباس کے جانے کو تیار نہیں ہوتے تو نماز میں کہ خاص اللہ عزوجل کا دربار ہے، بغیر پورے لباس کے حاضر ہونا بے ادبی ہے اور اس میں مشرکین کی اس افراط و تفریط کا بھی رد ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہا نے نقل کیا ہے کہ بعض قبائل عرب برہنہ ہو کر طواف کعبہ کرتے تھے۔ عورتیں رات کو برہنہ طواف کرتی تھیں اور مسجد منیٰ میں آ کر کپڑے اتار ڈالتے تھے۔

کوئی ان دونوں آیات کی جو بھی تفسیر کرے مگر ان دونوں کے اطلاق اور عموم سے علی الاقل۔ الحکم لعموم اللفظ لا بخصوص السبب پورا لباس زیب تن نماز پڑھنا نماز کی شان اور اس کے آداب میں شامل ہے۔ اور ہمارے عرف میں تین کپڑے پگڑی، تہبند اور قمیص پورا لباس کہلاتے ہیں۔ یہی بات ہے فیشن کے طور پر سر ننگا رکھنے کے شوقین اور تہذیب فرنگی کے رسیا لوگ اپنی شادی کے موقع پر پگڑی پہن کر جاتے ہیں۔

۲۔ امیر المومنین فی الحدیث اور رئیس الفقہاء امام بخاری اپنی صحیح میں ایک باب ان الفاظ میں قائم فرماتے ہیں :

باب وجوب الصلوۃ فی الثیاب وقول اللہ تعالیٰ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ (صحیح البخاری : ج ا ص ۵۱)

امام بخاری کی اس تبویب کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زینت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اعضائے ستر ڈھانکنے کے علاوہ اچھے اور صاف ستھرے کپڑوں میں نماز ادا کرنی چاہیے۔

۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ يُصَلِّ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقَيْهِ شَيْءٌ» (بخاری : ج ا ص ۵۲)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے اور آنحالیکہ اس کے کندھے پر کوئی کپڑا نہ ہو۔''

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

فَیَحصُلُ الستر لِجُزءٍ مِّن أَعَالِی البَدَنِ وإن کان لَیسَ بِعَورَۃ۔ (مرعاۃ المفاتیح : ج ا ص ۴۹۷)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے نماز میں شانے کو ڈھانکنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ بدن کا اعلیٰ حصہ بھی نماز میں ڈھکا رہے اگرچہ وہ عورت، یعنی اعضائے ستر میں شامل نہیں۔

۴۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر سے مزید وضاحت ملتی ہے :

۴۔ قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلاَةِ فِي الثَّوْبِ الوَاحِدِ، فَقَالَ: «أَوَ كُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ» ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ، فَقَالَ: «إِذَا وَسَّعَ اللَّهُ فَأَوْسِعُوا»، جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ، صَلَّى رَجُلٌ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ، فِي إِزَارٍ، وَقَمِيصٍ فِي إِزَارٍ وَقَبَاءٍ، فِي سَرَاوِيلَ وَرِدَاءٍ، فِي سَرَاوِيلَ وَقَمِيصٍ، فِي سَرَاوِيلَ وَقَبَاءٍ، فِي تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ، فِي تُبَّانٍ وَقَمِيصٍ، قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: فِي تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ (صحیح البخاری : ج ا ص ۵۳)

''ایک آدمی نے کھڑے ہو کر نبی ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم سب دو دو کپڑے پاتے ہو؟ پھر ایک آدمی نے حضرت عمر سے یہی سوال کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو لباس میں وسعت فرما دی ہے تو تم بھی وسعت کرو۔ نمازی کو چاہیے کہ وہ اپنے کپڑے اکھٹے کر کے نماز پڑھے۔ کوئی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے، کوئی تہبند اور قمیص میں، کوئی تہبند اور قباء میں، کوئی پاجامہ اور چادر میں، کوئی پاجامے اور قمیص میں، کوئی پاجامے اور قباء میں، کوئی جانگیا اور قمیص میں نماز پڑھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ کوئی جانگیا اور چادر میں نماز پڑھے۔''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد حکم ہو یا صرف خبر۔ اس میں کپڑوں کی کمیابی اور عدم استطاعت صاف سمجھ میں آتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر پورے کپڑے میسر ہوں اور کوئی مانع نہ ہو تو تکلف سے فقیری اور مسکنت کا اظہار نہ کرنا چاہیے۔ بخاری کے شارح ابن منیر فرماتے ہیں :

الصحیح أنہ کلام فی معنی الشرط کانہ قال إن جمع رجل علیہ ثیابہ فحسن۔ (فتح الباری : ج ۲ ص ۴۰۱۔ نیل الاوطار : ج ۲ ص ۸۳)

''یہ کلام شرط کے معنی میں ہے، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کوئی نمازی پورے لباس میں نماز پڑھے تو اچھا ہے۔''

شیخ الاسلام ابن حجر لکھتے ہیں :

وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى وُجُوبِ الصَّلَاةِ فِي الثِّيَابِ لِمَا فِيهِ مِنْ أَنَّ الِاقْتِصَارَ عَلَى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ كَانَ لِضِيقِ الْحَالِ وَفِيهِ أَنَّ الصَّلَاةَ فِي الثَّوْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنَ الثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَصَرَّحَ الْقَاضِي عِيَاضٌ بِنَفْيِ الْخِلَافِ فِي ذٰلِكَ (فتح الباری : ج ۲ ص ۴۰۱)

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک سے زائد کپڑوں میں نماز پڑھنا واجگ ہے کیونکہ ایک کپڑے میں اکتفا تو صرف تنگ حالی اور کپڑوں کی قلت کی وجہ سے تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک کپڑے کی نسبت دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں :

وَأجمعوا ان الصلوۃ فی ثوبین أفضل صرح بذلک القاضی عیاض وابن عبدالبر والنووی۔ (نیل الاوطار : ج ۲ ص ۸۴)

''ایک کپڑے کی نسبت دو کپڑوں میں نماز افضل ہونے پر اجماع ہوچکا ہے جیسے کہ قاضی عیاض، ابن عبدالبر اور نووی نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔''

۵۔ ہمارے موقف کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث حسن سے بھی ہوتی ہے :

عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہما قال : قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : «إِذَا صَلَّی أَحَدُکُمْ فَلْیَلْبَسْ ثَوْبَیْہِ , فَإِنَّ اللہَ أَحَقُّ ان یُّزَیَّنَ لَہ(رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن۔ سنن بیھقی : ج ۲ ص ۲۳۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنے لگے تو دو کپڑے پہن کر نماز پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کے دربار میں حاضری کے وقت زینت اختیار کی جائے۔'' اور زینت سے مراد لباس کے ساتھ آراستہ ہونا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی یہی تفسیر فرمائی ہے :

أن المراد بھا اللباس۔ (سنن بیھقی و تخلیص الجبیر : ج ا ص ۲۸۷)

۶۔ عَنْ نَافِعٍ قَالَ : تَخَلَّفْتُ یَوْمًا فِی عَلَفِ الرِّکَابِ فَدَخَلَ عَلَیَّ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا أُصَلِّی فِی ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ لِی : أَلَمْ تُکْسَ ثَوْبَیْنِ ؟ قُلْتُ : بَلَی قَالَ : أَرَأَیْتَ لَوْ بَعَثْتُکَ إِلَی بَعْضِ أَہْلِ الْمَدِینَۃِ أَکُنْتَ تَذْہَبُ فِی ثَوْبٍ وَاحِدٍ ؟ قُلْتُ : لاَ قَالَ : فَاللَّہُ أَحَقُّ أَنْ یُتَجَمَّلَ لَہُ أَمِ النَّاسُ۔ (سنن بیھقی : ج ۲ ص ۲۳۶)

''نافع مولی ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اونٹوں کے لیے گھاس لانے کی وجہ سے نماز باجماعت نہ پا سکا۔ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میرے پاس تشریف لائے تو میں اس وقت ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں ہیں ؟ میں نے کہا موجود ہیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر میں تمہیں مدینہ منورہ کے کسی شہری کے پاس بھیجوں تو کیا تم ایک ہی کپڑے میں جاؤ گے ؟ میں نے کہا : نہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے مقابلہ میں اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی حاضری میں جانے کے لیے زینت وزیبائش کا اہتمام کیا جائے۔''

۷۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما تصریح فرماتے ہیں :

عن ابنُ مَسْعُودٍ : إِنَّمَا کَانَ ذٰلِکَ إِذَا کَانَ فِی الثِّیَابِ قِلَّۃٌ فَأَمَّا إِذَا وَسَّعَ اللّٰہُ فَالصَّلَاۃُ فِی ثَوْبَیْنِ أَزْکَی (رواہ احمد۔ مرعاۃ : ج ا ص ۵۰۵)

''ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والی بات اس دور کی ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تنگدستی کی زد میں تھے اور کپڑوں کی قلت تھی۔ اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے فراوانی عطا فرما دی ہے تو اب دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل اور بہتر ہے۔''

عن ابن مسعود لا یُصلّین فی ثوبٍ واحد وإن کان أوسع مما بین السماء والارض۔ (مرعاۃ المفاتیح : ج ا ص ۵۰۶)

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (کپڑوں کی موجودگی میں) ایک کپڑے میں نماز ہرگز نہ پڑھی جائے۔ اگرچہ وہ زمین آسمان کے درمیان فاصلہ کے برابر چوڑا اور لمبا

ہو۔''

اس احادیث میں اگرچہ سر ڈھانکنے کے متعلق کوئی صراحت نہیں،تاہم دو کپڑوں سے سر ڈھانکنے کا زیادہ امکان ہوجاتا ہے۔

اکابر اہل علم کے فتاویٰ

امام مالک کا فتویٰ :

قال مالک أحب إلی أن یجعل الذی یُصَلِّیْ فِیْ الْقَمِیْصِ الْوَاحِدِ عَلیٰ عاتقة ثوبا أو عمامة۔ (موطا باب الرخصة فی الصلوة فی الثوب الواحد : ج ا ص ۱۲۳)

''امام مالک فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک پسندیدہ چیز یہ ہے کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے وہ اپنے کندھوں پر کپڑا ڈالے یا پنے پر عمامہ باندھے۔''

اس کی شرح میں علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ امام مالک کا یہ فتویٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی بنا پر ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک اس کے کندھوں پر کوئی کپڑا نہ ہو۔ موطا امام مالک پڑھنے پڑھانے والے امام مالک کی اس اصطلاح سے خوب واقف ہیں۔ آپ جب کسی مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں احب الی۔ میرے نزدیک یہ پسندیدہ بات ہے تو اس سے مراد وجوب ہوتا ہے، جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر اور دیگر شارحین موطا نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا فتویٰ :

واللہ تعالیٰ أمر بقدر زائد علی ستر العورة فی الصلوة و ھو أخذ الزینة فقال اللہ خُذُوا زِیْنَتَکُمْ عِندَ کُلِّ مَسْجِدٍ (اختیارات ابن تیمیہ وفتاویٰ علماء اھل حدیث : ج ۳ ص ۲۹۱،۲۹۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُذُوا زِیْنَتَکُمْ عِندَ کُلِّ مَسْجِدٍ

حافظ ابن قدامہ حنبلی کا فتویٰ :

و ھو أن یصلی فی ثوبین أو اکثر فإنه إذا أبلغ فی الستر یروی عن عمر أنه قال إذا أوسع اللہ فأوسعوا۔ (المغنی لا بن قدامة : الفصل الثانی فی الفضیلة ج ا ص ۲۳۹)

''فضیلت اس میں ہے کہ دو یا دو سے زیادہ کپڑوں میں نماز ادا کرے کیونکہ دو یا دو سے زیادہ کپڑوں میں ستر اور پردہ زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حال میں وسعت فرمائے تو آدمی کو بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔''

علام تمیمی کا فتویٰ :

قال التمیمی الثوب الواحد یجزی والثوبان احسن والاربع اکمل قمیص و سراویل و عمامة وازار۔ (مغنی لا ابن قدامة : ج ا ص ۲۴)

''ایک کپڑا نماز کے جواز کے لیے کافی ہے۔ دو کپڑے بہتر ہیں، چار کپڑے ہوں تو نماز اور زیادہ کامل ہوگی۔ چار کپڑے یہ قمیض، پاجامہ، پگڑی اور تہبند۔''

حافظ بدر الدین عینی کا فتویٰ :

آپ نے عمدۃ القاری میں مختلف مذاہب کے بیان میں تفصیل سے کام لیا ہے، ان کی اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک کپڑے میں نماز درست ہے تاہم جب وسعت ہو اور کپڑے میسر ہوں تو پھر ایک کپڑے پر اکتفا مستحسن نہیں۔

حدیث کے مشہور شارح ابو سعید شرف الدین محدث دہلوی کا فتویٰ:

ستر سر مرد کو واجب نہ سہی مگر بحکم خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ اور رسول اللہ ﷺ کا سر پر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت ہے ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ ہے اور خلاف سنت کا ہے چنیں کا حکم اور ہے شعار کا اور اول جائزثانی ایجاد (یعنی ہمیشہ ننگے سر کا وطیرہ بدعت ہے) (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱ ص ۵۹۲)

سید محمد داؤد غزنوی کا فتویٰ:

آپ اپنے والد بزرگوار امام عبدالجبار غزنویؒ کا ننگے سر نماز کے خلاف فتویٰ نقل کر کے اا کر میں اپنے رائے سامی کا یوں اظہار فرماتے ہیں:

ابتدائے عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں یہ صراحت مذکور ہو کہ نبی ﷺ نے یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو۔ چہ جائیکہ معمول بنا لیا ہو۔ اس لیے اس بد رسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے۔ اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر تعبد اور خضوع عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد کا خشوع وخضوع کے علامت نہیں اور اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ م نافقوں کی خلقت سے تشابہ ہوگا وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ ...٥٤ ...التوبة (منافق نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر) غرض ہر لحاظ سے ناپسندیدہ عمل ہے فقط۔ (ہفت روزہ الاعتصام: ج ۱۱ شمارہ ۱۸۔ وفتاوی علمائے اہلحدیث: ج ۳ ص ۳۹۱)

مجتہد العصر حافظ عبداللہ روپڑی کا فتویٰ:

اگر سر ڈھکنا ضروری ہوتا تو اس کا بھی کہیں حکم ہوتا۔ ہاں افضل ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یہ فیصلہ کیا إذا وسع اللہ فاسعوا یعنی جب اللہ تعالیٰ فراخی کرے تم بھی فراخی کرو۔ بخاری مع فتح الباری، مشکوٰۃ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی اس کے قریب روایت ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث المعروف فتاویٰ روپڑیہ۔)

مولانا عبدالمجید سوہدروی کا فتویٰ:

ننگے سر نماز ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جواز ملتا ہے ل مگر بطور فیشن، لاپرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل اور ابدالآباد کے لیے یہ عادت بنا لینا، جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جا رہا ہے، ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔ (اہل حدیث سوہدرہ: جلد ۱۵ شمارہ ۲۲۰، فتاویٰ اہل حدیث: ج ۳ ص ۲۸۱)

مولانا محمد اسماعیل سلفی کا فتویٰ:

آپ نے ننگے سر نماز کی عادت کے خلاف بڑا طویل، مدلل، زوردار اور فکر انگیز فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ اس فتویٰ کے تین اقتباسات حاضر خدمت ہیں۔ فرماتے ہیں:

غرض کسی حدیث سے بلا عذر ننگے سر نماز پڑھنے کو عادت بنا لینا ثابت نہیں۔ محض بے عملی یا بد عملی وغیرہ کی وجہ سے یہ رواج چل نکلا ہے۔ بلکہ بعض نادان تو اسے سنت باور کرانے پر تلے ہوئے ہیں۔ (معاذاللہ) کپڑے موجود ہوں ننگے سر نماز پڑھنا یا ضد سے ہوگا یا عقل کی کمی کا نتیجہ۔ آخر میں فرماتے ہیں اس ساری تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ نماز میں سر ننگا رکھنے کی عادت اور بلاوجہ ایسا کرنا اچھا فعل نہیں۔ یہ عمل فیشن کے طور پر روز بروز عام رواج پکڑ رہا ہے یہ اور بھی نامناسب ہے۔ ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل وفراست سے متعلق

ہے اگر اس جنس لطیف سے طبیعت محروم نہ وہ تو نماز ننگے سر ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے۔ (فتاویٰ علمائے اهل حدیث : ج ۲ ص ۳۸۹)

عملی توارث :

قرآن مجید کے اطلاق، رسول اللہ ﷺ کے ارشاد، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصریحات، شارحین حدیث کی تحقیقات اور شیخ الکل امام ابن تیمیہ ودیگر مقتیان عظام کے فتاویٰ جات زیب قرطاس کرنے کے بعد اتمام حجت کے طور پر رلی توارث بھی پش کردینا نامناسب نہ ہوگا۔ سو واضح رہے یہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام سلف صالحین اور اہل علم کا طریق وہی رہاہے جو شروع سے اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بھی چلا آرہاہے رضوان اللہ علیہم اجمعین، یعنی رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین کی عادت یہی تھی کہ پگڑی یا ٹوپی سمیت پورے لباس میں نماز ادا فرماتے تھے۔ لیجیے پڑھئے اور غلط رواج پر کچھ غور فرمائیے۔

امام مالک کی تصریح :

قَالَ مَالِكٌ لَيسَ مِن أَمرِ النَّاسِ أَن يَلبَسَ الرَّجُلُ الثَّوبَ الوَاحِدَ فِي جَمَاعَةِ النَّاسِ فَيَخِيفُ بِالمَسجِدِ وَهُوَ مَوضِعُ اجتِمَاعِ النَّاسِ وَمَوضِعُ تَجَمُّلٍ وَقَد قَالَ تَعَالَى {خُذُوا زِينَتَكُم عِندَ كُلِّ مَسجِدٍ} [الأعراف : 31] (حاشیہ موطا امام مالک : ص ۱۲۳)

’’لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ) میں ایک کپڑے میں باجماعت نماز پڑھنے کا رواج نہ تھا چہ جائیکہ وہ مسجد میں ایسا کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ’’تم ہر نماز کے وقت لباس پہن لیا کرو‘‘۔

حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ تصریح فرماتے ہیں :

عام حالت سلف کی یہی تھی کہ وہ پگڑی اور ٹوپیوں کے ساتھ نماز پڑھتے اور اسی بنا پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے پر اعتراض ہوا۔ اور حسن بصری کے قول سے بھی یہی ظاہر ہے۔ (فتاویٰ اهل حدیث روپڑیہ ج ۱ ص ۳۵۷)

خلاصہ کلام یہ کہ پگڑی، ٹوپی وغیرہ کی موجودگی میں ننگے سر نماز بلاشبہ جائز ہے، اس کے لیے نہ تو بحث کی ضرورت ہے اور نہ احادیث کی ٹٹول کی کوئی حاجت۔ مگر اس کو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور عادت مبارک سمجھنا صحیح نہیں۔ بلکہ اس جواز کو شعار بنالینا بدرسم اور ایجاد بندہ ہے اور عافیت اس کے ترک ہی میں ہے۔ پس پورا لباس قمیض، تہبند اور پگڑی وغیرہ پہن کر اور بن ٹھن کر نماز پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مستمرہ اور سلف وخلف اہل علم کا متوارث عمل یہی رہاہے کہ وہ پگڑی اور ٹوپیوں کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور یہی طریق سنت اور افضل ہے۔ کوئی ایسی مرفوع حدیث صحیح اور صریح میرے ناقص علم ومطالعہ میں نہیں گزری جس سے اس عادت اور فیشن کا ثبوت ملتا ہو۔ چہ جائیکہ اس رواج اور بدرسم کو سنت کہا جائے یا اس کو سنت باور کرانے کے لیے الشہب قلم کو مہمیز کی جائے۔ اور سیدھے سادے نمازیوں کو طویل لاطائل بحثوں میں الجھا دیا جائے۔ عذر اور اضطرار کا باگ اس سے الگ ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص376

محدث فتویٰ